اُن کی تردید بھی مؤلف کے مقالے کا ایک مطلوب ہے۔ یہ کتاب قرونِ اولیٰ کے قانونِ زکوٰۃ کو بڑے مدلل طریق سے واضح کرتی ہے۔ لکھائی، چھپائی، کاغذ اچھا ہے۔

BANKING WITHOUT INTEREST

از قلم ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی (فیصل ایوارڈ ۱۴۰۲ھ)
ناشر: اسلامک فاؤنڈیشن، لیسٹر۔ لندن روڈ)

قیمت نامعلوم۔

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی نے بنک کاری پر پہلے اپنا تحقیقی کام اُردو میں کیا۔ اور اس وقت بھی ہم نے تعارفی اظہارِ رائے کیا تھا۔ اب اُن کی کاوشیں انگریزی کا جامہ پہن کر سامنے آئی ہیں۔ سُود کی حرمت کے شعور سے تو باوجود اپنی کوتاہ عملیوں کے ملّت کبھی خالی نہیں رہی، مگر غلبۂ مغرب کے بعد بنکوں کے سُود نے عملاً خاصی فتوحات کی ہیں۔ پھر جب پورے غیر اسلامی نظام کے سامنے سا تھ سُود کے خلاف نصف صدی پہلے آواز بلند ہوئی تو کون جانتا تھا کہ یہ پکار مسلمانوں کو ایک نئے بنکنگ سسٹم تک لے جائے گی۔ اس سلسلے میں اوّلین پُرزور اور بنیادی کام مولینا مودودیؒ کا تھا۔ اور پھر متعدد دوسرے اصحاب نے بھی اس میں حصّہ لیا۔ لیکن صحیح معنوں میں تحقیقی طور پر اسے آگے بڑھا کر بنکنگ کے ایک تفصیلی عملی نقشے تک لے جانے کی خدمت ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی نے انجام دی۔ ان کا کیا ہوا کام نہ صرف مغربی حلقوں تک پہنچا، بلکہ سعودی عرب اور دوسرے مسلمان ممالک میں غیر سودی بنک کاری کے تجربات میں ممد ہوا۔

صرف ایک مسئلہ ایسا ہے، جو مطمئن نہیں کرتا۔ بنکوں کا زیادہ کاروبار اور نفع قلیل المیعاد قرضوں سے تعلق رکھتا ہے۔ رقم ادھر سے آئی اور اُدھر گئی، پھر کسی تیسری طرف لگ گئی۔ یعنی سرمایہ نہ تو لمبے عرصے کے لیے کہیں بندھ گیا اور نہ بے مقصد پڑا رہا۔ مجھے یہ تسلیم ہے کہ اس کی کوئی دوسری غیر سُودی صورت تجویز کرنی لازم ہے۔ مگر ڈاکٹر صدیقی نے جو باب اس پر لکھا ہے اسے پوری طرح پڑھنے کے بعد مجھے اپنی ذہنی کوتاہی کا اعتراف ہے کہ مجھے یہ بحثیں اور نقشے تسلی بخش نہیں لگے۔ مجھے تو اُن کی یہ بات بھی سرسری معلوم ہوئی کہ کسی مختصر مدت

کے لیے کسی مقدار سرمایہ پر مجموعی منافع کا حصّہ لگانا بڑا مشکل ہے۔ یہ دور جس میں مجموعی نفع ونقصان کے حسابات باقاعدہ تیار کیے جاتے ہیں اور فی روپیہ فی یوم" کا حساب بآسانی معلوم کیا جاسکتا ہے"۔ یہ طے کرنا کیا مشکل ہے کہ اگر کسی حصّہ دار (بنک) کا ایک ہزار روپیہ ۸۰ دن کاروبار میں لگا رہا تو اُسے منافع کا کتنا حصّہ ملنا چاہیے۔ پھر مضاربت اور شراکت کے فقہی اُصولوں کو اتنا کڑا نہ بنا دیا جائے کہ ان کی کوئی درمیانی صورت معاشرے کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کرنے میں مدد نہ دے سکے۔

ایک قابل قدر کتاب پر میں یہ الفاظ نہ لکھتا، مگر میں نے بہت سے مسائل پر بہت سی تحریروں (جن کا تعلق صدیقی صاحب سے نہیں) میں نے ایک رومانٹک تصوّر کو کام کرتے دیکھا ہے کہ آدمی اچھا خاصا ریسرچ ورک کرتے ہوئے بیچ میں اعتقادی تمناؤں کے چکر میں آجاتا ہے۔ اِن اعتقادی تمناؤں کی بیلیں تحقیقی کتب، مقالات اور تقریروں کے شاخساروں پہ پھیلی ہوئی ہیں۔ اور ان پر دلکش اصطلاحات کے پھول کھلتے رہتے ہیں۔

اس جملۂ معترضہ پر معذرت کرتے ہوئے میں مؤلف اور ناشر کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ایسی خیال افروز تحقیقی تصنیف ہمیں بہم پہنچائی۔

ترجمہ القرآن الکریم از مولانا عبید اللہ عبید۔ ناشر: ادارہ تعلیم عربی، گوجرانوالہ۔ ملنے کا پتہ: اسلامی ادارۂ خدمتِ خلق۔ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ۔ قیمت نامعلوم۔

یہ پارۂ اوّل کا سلیس اُردو میں لفظی اور بامحاورہ دونوں طرح کے ترجموں پر مشتمل رسالہ ہے۔ پہلے ایک سطر میں لفظ کے نیچے لفظ کا ترجمہ دیا گیا ہے، پھر دوسری سطر میں بامحاورہ۔ ذہین اصحاب یا طلبہ ایک حد تک عربی زبان کو سیکھ سکتے ہیں۔

تعمیر حیات مؤلف: جناب غلام شبیر ایم۔ اے، علومِ اسلامیہ۔ بی۔ ایڈ۔ اسسٹنٹ ایجوکیشن آفیسر حلقہ لیاقت آباد۔ قیمت نامعلوم۔

یہ رسالہ بہت پسند آیا۔ بڑی کاوش کی گئی ہے۔ ایک صحیح معلّم کو واقعی اسی طرح کام کرنا